ڈاکٹر طیبہ نگہت
اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج ویمن یونی ورسٹی فیصل آباد۔
ڈاکٹر عظمیٰ بشیر
اسسٹنٹ پروفیسر (وزٹینگ)، گورنمنٹ کالج ویمن یونی ورسٹی فیصل آباد

اردو افسانہ: کرداری نفسیات کی متنوع تعبیریں

Dr. Tayyaba Nighat
Assistant Professor, Govt. College Women University, Faisalabad.
Dr. Uzma Bashir
Assistant Professor (visiting), Govt. College Women University, Faisalabad.

Psychological Diversity of Characters in Urdu Afsana

Urdu Short Story possesses a very rich tradition of opulenece of subjects and types of characters. Demented and manaiacal characters in Urdu short story have been crafted by a many Urdu short story writers such as Sadat Hassan Manto, Agha Ashraf and Mumtaz Mufti etc, which show the particular startum of society's collective consciousness. This artcile evaluates the monomaniac and frenzied aspects of these characters in Urdu short stories within the social and cognitive perspectives.

Key Words: *Short Story, Psychological Complexities, Mental disorder, charteriszation, Frenzy.*

مخبوط الحواس سے مراد ایسا حواس باختہ شخص ہے جس کے حواس باطل یا جنوں آمیز ہو گئے ہوں اور زندگی میں ایک عام انسان کی طرح کا رویہ اپنانے سے معذور ہو جائے۔اس کے لیے "باؤلا"، "حواس باختہ" اور "خبطی" جیسے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ جبکہ افسانے میں مخبوط الحواس کرداروں سے مراد ایسے افسانوی کردار ہیں جو کسی ذہنی الجھن کا شکار ہو کر ایک باشعور انسان کی طرح ردِ عمل کرنے کے بجائے پاگل پن کا رویہ اختیا کرتے ہیں اور کسی نہ کسی نفسیاتی عارضے کا شکار ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ان کے جسمانی اور ذہنی رویے عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتے۔ اردو لغات میں مخبوط الحواس پاگل اور سودائی کے معنوں میں مستعمل ہے۔

مخبوط الحواس اور دیوانے کرداروں کے ضمن میں بانو قدسیہ نے انتہائی جامع تعریف پیش کی ہے۔ انھوں نے افسانوی کرداروں کی دیوانگی اور مخبوط الحواسیت کو دو نوعیتوں میں تقسیم کیا ہے۔ اس عمل کو دیوانگی کے روپ میں پیش کرتے ہوئے انسانوں اور جانوروں کی تمثیل کو بڑے اچھوتے انداز میں بیان کرتی ہیں:

> "دیوانگی دو طرح کی ہوتی ہے۔۔۔ ایک دیوانہ پن وہ ہوتا ہے جس کی مختلف وجوہات بیان کی گئی ہیں جن کی وجہ سے حواس مختل ہو جاتے ہیں اور انسان کائنات کی ازل ترین مخلوق بن جاتا ہے لیکن ایک دیوانگی وہ بھی ہے جو انسان کو ارفع و اعلیٰ بلندیوں کی طرف یوں کھینچتی ہے جیسے آندھی میں تنکا اوپر اٹھتا ہے۔ پھر وہ عام لوگوں سے کہتا جاتا ہے۔ دیکھنے والے اسے دیوانہ سمجھتے ہیں لیکن وہ اوپر اوپر اور اوپر چلتا جاتا ہے۔۔۔ حتیٰ کہ عرفان کی آخری منزلیں طے کرتا ہے۔"(۱)

بانو قدسیہ نے جس مخبوط الحواسی کو عرفان کی ایک شکل قرار دیا ہے، وہ بھی مخبوط الحواس کرداروں کی نفسیات کا ایک ادراکی پہلو ہے لیکن کسی جذباتی صدمے کی وجہ سے حواس کھو بیٹھنے والا شخص اگر روحانی اعتبار سے بے مایہ ہو تو وہ مجنونِ محض ہو گا۔ اردو افسانے میں ایسے مخبوط الحواس کردار بھی ہیں جو بد مستی، مجذوبیت اور بے خودی کی کیفیت میں کھو کر اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں۔ معاشرے میں ایسے لوگوں کو پاگل، فقیر اور مجذوب کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک دنیا ایک بے معنی چیز ہے۔ یہ انسان اور حیوان کے بین بین کی کیفیت کا نام ہے۔ اُردو افسانے میں کردار نگاری کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ کردار نگاری کے بغیر کوئی کہانی نہیں لکھی جا سکتی، لہٰذا اردو افسانے میں کردار نگاری کو ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے۔ اردو افسانے میں مختلف اقسام کے کردار دیکھنے کو ملتے ہیں۔ رومانی، عشق پیشہ، حقیقت پسند، فلاحی، سماجی اصلاح کار، مضحک اور دیگر بہت سی اقسام کے کردار اردو افسانے کی زینت ہیں۔ کرداروں کی اسی رنگا رنگی میں سے ایک قسم مخبوط الحواس کرداروں کی بھی ہے، جنھیں پاگل کردار کہا جاتا ہے۔ ایسے کرداروں کی نفسیات الگ قسم کی ہوتی ہیں۔ ایسے کرداروں کی دیوانگی میں کسی حد تک فرزانگی بھی پوشیدہ ہوتی ہے۔

اردو افسانے میں بھی مخبوط الحواس کرداروں کا ذکر مختلف افسانہ نگاروں کے ہاں ملتا ہے۔ یہ کردار نفسیاتی طور پر پاگل اور ذہنی الجھنوں کا شکار نظر آتے ہیں جو نفسیاتی طور پر صحتمند نہیں ہیں۔ ذہنی الجھنوں اور کش مکش کا شکار ہیں۔ ان میں "سعادت حسن منٹو"، "کرشن چندر"، "قدرت اللہ شہاب"، "اشفاق"، "احمد"، "بانو قدسیہ"،

"الطاف فاطمہ"، "ممتاز شیریں"، "ممتاز مفتی"، "شوکت صدیقی" اور "جیلانی بانو" کے افسانے شامل ہیں۔ ان افسانہ نگاروں کے ہاں ہمیں نفسیاتی اور ذہنی الجھنوں کے شکار کردار نظر آتے ہیں۔ پریم چند کا افسانہ "کفن"، "انتظار حسین" کا افسانہ "کنکری"، "گناہ" "کشتی" "احمد ندیم قاسمی" کا "پرمیشر سنگھ" سعادت حسین منٹو کا "ٹوبہ ٹیک سنگھ"، "اولاد" اور "ننگی آوازیں" جبکہ بانو قدسیہ کے "سو سال"، "انتر ہوت اداسی"، "مراجعت"، "موج محیط آب میں" اور آغا اشرف کے "بے ستون" میں مخبوط الحواس کردار شامل ہیں۔ ان افسانوں میں ہمیں مرکزی کرداروں کی مخبوط الحواسیت نظر آتی ہے جو نفسیاتی اور ذہنی طور پر انھیں متاثر کرتی ہے۔

اس ضمن میں سب سے پہلے منٹو کے کرداروں کا مطالعہ پیش کرتے ہیں۔ منٹو کے بارے میں یہ بات صادق ہے کہ ان کے افسانوی کرداروں کی نفسیاتی تشکیل کسی نہ کسی اہم نفسیاتی الجھن کی وجہ سے ہوتی ہے۔ وہ کسی ایسی نفسیاتی الجھن کی طرف اشارہ کرتا ہے جو خود ساختہ نہیں بلکہ مبنی بر حقیقت ہے اور ان کا مشاہدہ ہمارے معاشرے میں بعض افراد سے کیا جاسکتا ہے۔ منٹو کے اس قسم کے کرداروں کو مخبوط الحواس کردار کہا جاسکتا ہے جن کی واضح مثالیں "ننگی آوازیں" کا مرکزی کردار بھولو اور "ٹوبہ ٹیک سنگھ" کا مرکزی کردار بشن سنگھ ہے۔ بھولُو بے حد محنتی ہے اور قلعی گری کرتا ہے لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے تو حالات و واقعات اسے ایک ذہنی الجھن کا شکار بناتے جاتے ہیں اور شادی کے بعد وہ بالکل اپنے حواس کھو بیٹھتا ہے۔ وہ رات کو جب چارپائی چھت پر رکھے سوتا ہے تو ہر طرف سے عورتوں اور مردوں کی عجیب و غریب آوازیں آنا شروع ہوتی ہیں۔ بھولو جو کہ شادی بیاہ کا بالکل بھی قائل نہیں ہے، اچانک اس کی نفسیات میں تبدیلی واقع ہوتی ہے اور وہ فوری طور پر اپنی شادی کرائے جانے کی بات اپنے بھائی سے کرتا ہے۔ اسے ارد گرد سے راز و نیاز کی آوازیں آتی ہیں۔ وہ ان آوازوں سے بہت پریشان رہتا ہے۔ اس کا ذہنی توازن اعتدال میں نہیں رہتا۔ جب وہ اپنے اور اپنی بیوی کے بارے میں سوچتا ہے تو ایک انجانا سا خوف اس کے جسم میں سنسنی سی پھیلا دیتا ہے اور اس کے اعصاب شل ہونے لگتے ہیں یہاں تک کہ وہ شادی سے راہ فرار اختیار کرنے کے بارے میں سوچتا ہے لیکن پھر کسی وجہ سے وہ اپنے ارادے کو ترک کر دیتا ہے۔ بھولو کی ذہنی کیفیات میں جس چیز نے کھلبلی مچادی تھی وہ پرائیویسی یعنی ذاتی زندگی میں دوسرے لوگوں کی ان چاہی دخل اندازی تھی۔ کردار کی نفسیات سے یہ امر واضح ہوتا ہے:

> "بھولو پہلے سے بھی زیادہ پریشان ہو گیا۔ ہر وقت اس کو یہی بات ستاتی رہتی کہ ٹاٹ کا پردہ بھی کوئی پردہ ہے۔ پھر چاروں طرف لوگ بکھرے پڑے ہیں۔ رات کی خاموشی

میں ہلکی سی سر گوشی بھی دوسرے کے کانوں تک پہنچ جاتی ہے۔ لوگ کیسے یہ ننگی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ایک کوٹھا ہے اس چار پائی پر بیوی لیٹی ہے۔ اس چار پائی پر خاوند پڑا ہے۔ سینکڑوں آنکھیں سینکڑوں کان آس پاس کھلے ہیں۔"(۲)

بھولو کی یہ خود کلامی اس کی نفسیاتی کشمکش کا پتا بتاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس خیال سے اور جس آواز سے وہ متاثر ہو کر شادی کرنے کے لیے تیار ہوا تھا بلکہ شادی کا جنون اس پر سوار ہوا تھا، وہی آوازیں اب جب اس کی ذاتی زندگی میں خلل انداز ہوتی ہیں تو وہ نفسیاتی توازن کھو بیٹھتا ہے۔ بیوی کو اسی ٹاٹ کے پردوں والی چھت پر اپنے ساتھ سُلاتا ہے مگر چھوتا تک نہیں کیونکہ اسے یہی ڈر ہے کہ کوئی اور ان کو حالتِ غیر میں دیکھ نہ لے۔ چند دن یونہی بے کار گزرتے ہیں اور بعد میں بھولو بیوی کو میکے بھیج کر شادی شدہ زندگی سے کنارہ کشی کر لیتا ہے۔ اس پر مجنونانہ کیفیات طاری ہو جاتی ہیں۔ وہ پاگل پن کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ منٹو نے بڑی فنکارانہ چابکدستی سے بھولو کے کردار سے نفسیاتی عارضے Xenophobia یعنی اجنبی آوازوں سے بے جا خوف میں مبتلا ہونے کی کیفیت کو بیان کیا ہے، جو پاگل پن کی حد تک بھی بڑھ کر اسے مخبوط الحواس کر دیتی ہے۔ جیسا کہ افسانے سے اس طرف واضح تاثر ملتا ہے۔ جذبات و نفسیات کے عدم توازن سے جو چوٹ اس کے ذہن پر لگی، بھولو اس کے نتیجے میں جنون کی حد تک پہنچا۔ افسانے کا آخری حصہ اس پر مزید روشنی ڈالتا ہے:

"بھولو کے دل میں چھری سی پیوست ہو گئی۔ اس کا دماغی توازن بگڑ گیا۔ اٹھا اور کوٹھے پر چڑھ کر جتنے ٹاٹ تھے اکھیڑنے شروع کر دیے۔ کھٹ کھٹ پھٹ پھٹ سُن کر لوگ جمع ہو گئے۔ انہوں نے اس کو روکنے سے شروع کی تو وہ لڑنے لگا۔ بات بڑھ گئی۔ کلن نے بانس اٹھا کر اس کے سر پر دے مارا۔ بھولو چکرا کر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش آیا تو اس کا دماغ چل چکا تھا۔ اب وہ الف ننگا بازاروں میں گھومتا پھرتا ہے کہیں ٹاٹ لٹکا دیکھتا ہے تو اس کو اتار کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔"(۳)

بھولو کی اس طرح کی مخبوط الحواس حرکات نفسیاتی صدمے کا نتیجہ ہیں جو شادی کی ناکامی اور اجنبی آوازوں کی گونج سے پیدا ہونے والے خوف سے پیدا ہوئی ہیں۔ یہ خوف بھولو کی ذاتی زندگی میں ناپسندیدہ خلل اندازی سے جنم لیتا ہے اور بالآخر ایک نفسیاتی عارضے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ بھولو کا کردار جس نفسیاتی کرب و بلا میں مبتلا ہو کر جنون کی حد تک پہنچتا ہے اس کے سوتے عزتِ نفس کے شدید طور پر مجروح ہونے سے پھوٹتے ہیں۔

کچھ اسی قبیل کا افسانہ "اولاد" ہے جس کا مرکزی کردار زبیدہ نامی ایک بے اولاد عورت کو مسلسل بے اولاد ہونے کا احساس دلانے سے جذباتی صدمہ پہنچتا ہے جو اس کے اعصاب پر منفی اثر ڈالتا ہے اور اسے مخبوط الحواسی میں مبتلا کر دیتا ہے اور وہ جنون اور واہموں کے درمیان زندگی بسر کرتی ہے۔ جہاں تک کرداروں میں مخبوط الحواس ہونے کی بات ہے تو "اولاد" جیسے افسانے کے کرداروں میں صحیح معنوں میں مخبوط الحواسیت کو جذباتی صدمے کا نتیجہ کہا جا سکتا ہے جس کا ردِ عمل کردار کو پاگل پن میں مبتلا کر دیتا ہے۔

"ٹوبہ ٹیک سنگھ" منٹو کا وہ شاہکار افسانہ ہے جس میں محض ایک کردار ہی مخبوط الحواس نہیں بلکہ ایک طبقے کی ذہنی الجھنوں اور نفسیاتی صدمات کے کرب وبلا کو پیش کیا گیا ہے۔ "ٹوبہ ٹیک سنگھ" بٹوارے کے پس منظر میں لکھا گیا افسانہ ہے جس کا موضوع تقسیم سے پیدا ہونے والے نہ حل ہونے والے نفسیاتی مسائل ہیں جنھوں نے کئی لوگوں کو پاگل کر دیا تھا۔ بٹوارے کے بعد جو مظالم کی خونچکاں داستانیں ہیں ان کے نفسیات کا نمائندہ کردار ٹوبہ ٹیک سنگھ ہے جو پندرہ برس سے پاگل خانے میں آرام و سکون سے زندگی بسر کر رہا ہے۔ اس کا اصل نام تو بشن سنگھ ہے جو ٹوبہ ٹیک سنگھ سے تعلق رکھتا ہے لیکن جب وہ تقسیم کی بات سنتا ہے تو ہر ایک سے ٹوبہ ٹیک سنگھ کے بارے پوچھتا ہے کہ وہ پاکستان میں ہوگا یا ہندوستان میں ہوگا۔ اسی وجہ سے اس کا نام ٹوبہ ٹیک سنگھ رکھ دیا جاتا ہے۔ "ٹوبہ ٹیک سنگھ" کا لوکیل چونکہ لاہور کا ایک پاگل خانہ ہے، لہٰذا اس افسانے کے سبھی کردار مخبوط الحواس ہیں اور مجنونانہ حرکات ان کی نفسیاتی پیچیدگیوں کا اظہار کرتی ہیں۔ پہلا پاگل کردار ایک مسلمان کا ہے جس کی گفتگو اس کے حواس کے مختل ہونے کی نمائندگی کرتی ہے:

> "ایک مسلمان پاگل جو بارہ برس سے ہر روز باقاعدگی کے ساتھ "زمیندار" پڑھتا تھا۔ اس سے جب اس کے دوست نے پوچھا۔ "مولبی ساب" یہ پاکستان کیا ہوتا ہے "تو اس نے بڑے غور و فکر کے بعد جواب دیا۔ "ہندوستان میں ایک ایسی جگہ ہے جہاں استرے بنتے ہیں۔" یہ جواب سن کر اس کا دوست مطمئن ہو گیا۔"[۴]

نفسیات کی زبان میں Distorted recognition یعنی موجود اشیاء اور حالات و واقعات کی غیر واضح پہچان وہ Abnormality یعنی مجنونانہ حالت ہے جو کسی محرک کے نتیجے میں وارد ہوتی ہے۔ مسلمان اور سکھ پاگل کے باہمی مکالمے اسی طرح کی صورتِ حال کی عکاسی کرتے ہیں۔ پاگل خانے کے سبھی کردار اپنی اپنی نفسیات کے نمائندہ کردار ہیں:

"ایک پاگل تو پاکستان اور ہندوستان کے چکر میں ایسا گرفتار ہوا کہ اور زیادہ پاگل ہو گیا۔ جھاڑو دیتے دیتے ایک دن درخت پر چڑھ گیا اور ٹہنے پر بیٹھ کر دو گھنٹے مسلسل تقریر کرتا رہا جو پاکستان اور ہندوستان کے نازک مسئلے پر تھی۔ سپاہیوں نے اسے نیچے اترنے کو کہا تو وہ اور اوپر چڑھ گیا۔ ڈرایا دھمکایا گیا تو اس نے کہا۔۔۔"میں ہندوستان میں رہنا چاہتا ہوں نہ پاکستان میں"۔۔ میں اس درخت ہی پر رہوں گا۔ بڑی مشکلوں کے بعد جب اس دورہ سر دپڑا تو وہ نیچے اترا اور اپنے ہندو سکھ دوستوں سے گلے مل مل کر رونے لگا۔ اس خیال سے اس کا دل بھر آیا تھا کہ کہ وہ اسے چھوڑ کر ہندوستان چلے جائیں گے۔"(۵)

"ٹوبہ ٹیک سنگھ" کے مخبوط الحواس کرداروں کو وسیع تر تناظر میں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پورا معاشرہ موجود ہے اور ہر نمایاں قسم کے ہائے شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے ایسے کردار موجود ہیں جو اپنے حال سے بے خبر ہیں۔ ان میں سیاسی کارکن بھی ہیں، مذہبی راہنما بھی ہیں، وکیل بھی ہیں، زمیندار بھی ہیں، اینگلو انڈین بابو بھی ہیں اور جدید تعلیم یافتہ انجینئر بھی ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے ان کرداروں میں سے ہر کردار کے مکالموں میں اس کی نجی زندگی کی جھلک عین فطرتی انداز میں دکھائی گئی ہے۔ اس افسانے میں یہ تمام مخبوط الحواس کردار ثانوی ہیں جبکہ اولین مخبوط الحواس کردار اس افسانے کا ٹوبہ ٹیک سنگھ ہے جو کہ مرکزی کردار ہے اور تقسیم کے المیے ہی سے پاگل ہوا ہے۔ اصل نام بشن سنگھ ہے۔ اس کے جنون کا یہ عالم ہے کہ پچھلے پندرہ برسوں سے کھڑا ہے اور ایک بار بھی نہیں لیٹا۔ یہ کردار نفسیاتی عارضی میں مبتلا ہے جسے نفسیات کی اصطلاح میں Catatonic Imobility یعنی حرکت نہ کر سکنے کا عارضہ جس میں مریض ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہتا ہے اور اسے مسلسل ایک ہی حالت میں رہتے ہوئے اپنی تکلیف کا احساس تک ختم ہو جاتا ہے۔ البتہ اس کی موت ایک اور صدمے سے ہوتی ہے اور وہ پنجاب کی تقسیم کا صدمہ ہے۔ یہ کردار ہر اُس حساس انسان کے باطنی الجھاؤ اور نفسیاتی کشمکش کا نمائندہ ہے جو پاکستان اور ہندوستان کے دو ملکوں میں جانے کے بعد اپنی شناخت کھو چکے تھے اور عارضی طور پر ان کا ذہن ان میں سے کسی ایک شناخت کو قبول کرنے کے ضمن میں منتشر اور قریباً انکاری تھا۔ اس کردار کے متعلق افسانہ نگار کے بیانیے سے ان امور کی تصدیق ہو جاتی ہے:

"ایک سکھ پاگل تھا جس کو پاگل خانے میں داخل ہوئے پندرہ برس ہو چکے تھے۔ ہر وقت اس کی زبان سے یہ عجیب و غریب الفاظ سننے میں آتے تھے۔ اوپڑی دی گڑ گڑ دی اینکس دی بے دھیانا دی منگ دی دال آف دی لالٹین۔" دن کو سوتا تھا نہ رات کو۔ پہرہ داروں کا یہ کہنا تھا کہ پندرہ برس کے طویل عرصے میں وہ ایک لمحے کے لیے بھی نہیں سویا۔ لیٹتا بھی نہیں تھا البتہ کبھی کبھی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا لیتا تھا۔ ہر وقت کھڑا رہنے سے اس کے پاؤں سوج گئے تھے۔ پنڈلیاں بھی پھول گئی تھیں مگر اس جسمانی تکلیف کے باوجود لیٹ کر آرام نہیں کرتا تھا۔ ہندوستان، پاکستان ااور پاگلوں کے متعلق جب کبھی پاگل خانے میں گفتگو ہوتی تھی تو وہ غور سے سنتا تھا۔ کوئی اس سے پوچھتا کہ اس کا کیا خیال ہے تو وہ بڑی سنجیدگی سے جواب دیتا۔ "اوپڑی دی گڑ گڑ دی اینکس دی بے دھیانا دی منگ دی دال آف دی پاکستان گورنمنٹ" لیکن بعد میں آف دی پاکستان کی جگہ آف دی ٹوبہ ٹیک سنگھ نے لے لی اور اس نے دوسرے پاگلوں سے پوچھنا شروع کیا کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کہاں ہے۔ جہاں کا وہ رہنے والا ہے لیکن کسی کو بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ پاکستان میں ہے یا ہندوستان میں۔ جو بتانے کی کوشش کرتے تھے وہ خود اس الجھاؤ میں گرفتار ہو جاتے تھے کہ سیالکوٹ پہلے ہندوستان میں ہوتا تھا پر اب سنا ہے کہ پاکستان میں ہے۔"(۶)

بشن سنگھ اس افسانے کا مرکزی کردار ہے جس کی مخبوط الحواسیت، پر اسراریت اور اس کی مہمل گفتگو اسے دوسرے مخبوط الحواس کرداروں سے ممتاز کرتی ہے۔ اسے یہ سمجھ نہیں آ سکا کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کہاں واقع ہے۔ پاکستان اور ہندوستان کے مخمصے میں وہ گرفتار ہو کر مزید نفسیاتی الجھاؤ کا شکار ہو بے معنی جملوں کی گردانیں "اوپڑی دی گڑ گڑ دی اینکس دی بے دھیانا دی منگ دی دال آف دی لالٹین" در اصل اس کی مخبوط الحواسی کا مظہر ہیں پاگل انسان کچھ بھی بولتا رہتا ہے۔ پاگلوں کے آپس کے مکالمہ جات انتہائی دلچسپ بھی ہیں اور معنی خیز بھی ہیں۔ ایک پاگل کردار ایسا بھی ہے جو اپنے آپ کو خدا کہلواتا ہے۔ خدا کہلوانے والا پاگل فاتر العقل کردار ہے۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ کو جب اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کا علاقہ پاکستان میں رہے گا اور اسے ہندوستان بھیجا جا رہا ہے تو وہ خارج میں ہونے والی تبدیلیوں پر نظر رکھتا ہے اور ان کو سمجھتا ہے حالانکہ اسے اپنا حال معلوم نہیں ہے اور

ایسی مجنونیت ہے کہ اپنے حلیے اور لباس کی سدھ بدھ تک نہیں لیکن ٹوبہ ٹیک سنگھ یاد ہے۔ یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تقسیمِ ہند کے وقت جو خونی لکیر پنجاب کے سینے پر کھینچی گئی تھی، اُس سے پنجابیوں کو کس قدر قیامت خیز صدمات کو سہنا پڑا تھا اور ان صدمات کی زد سے مخبوط الحواس اور مجنون لوگ بھی بچ نہیں پائے تھے۔

"فرشتہ" منٹو کا ایک اور افسانہ ہے جس کا مرکزی کردار عطاء اللہ ایک غیر مسلسل واہموں کے تحت غربت سے تنگ آکر اپنی اولاد اور بیوی کو قتل کرنے کے واہموں میں مبتلا ہوتا ہے جو کہ در اصل ذہنی اختلال یا علمِ نفسیات کی رو سے Schizophrenia form disorder کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ کردار کے مکالمے اس کے لاشعور کو خارج کی دنیا میں ایک پل سے جوڑتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ جب اس کے لاشعور اور خارج کی واقعاتی دنیا میں انطباق پیدا ہوتا ہے تو عطاء اللہ کا کردار غیر معمولی طور مخبوط الحواسیت میں مبتلا ہو جاتا ہے جس میں وہ اپنے آپ کو بے بس پاتا ہے۔ اس کے دیوانہ وار خیالات اس کی دیوانگی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ انشقاقِ ذہن کی ایک ایسی کیفیت بھی ہوتی ہے جس میں نفسیاتی مریض کوئی غیبی آواز کے ذریعے سے حکم موصول کرتا ہے اور اسے سر انجام دینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ چاہے وہ حکم اپنی اولاد کو قتل کر دینے ہی کا کیوں نہ ہو۔ یہ ذہنی اختلال انتہائی خطرناک ہوتا ہے۔ اسی قبیل کا حکم عطاء اللہ کو غیبی آواز کے ذریعے سے دیا جانے کا احساس ہوتا ہے جسے افسانہ نگار نے خود کلامی کے مکالموں کی صورت میں یوں پیش کیا ہے:

> "ایک صرف تم عطاء اللہ نہیں ہو، تم ایسے لاکھوں عطاللہ اس بھری دنیا میں موجود ہیں۔۔۔ جاؤ اپنی مصیبتوں کا علاج خود کرو۔ دو مریل بچوں اور ایک فاقہ زدہ بیوی کو ہلاک کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ اس بوجھ سے ہلکے ہو جاؤ تو موت شرم سار ہو کر خود بخود تمھارے پاس چلی آئے گی۔ عطاء اللہ غصے سے تھر تھر کانپنے لگا۔ "تم۔۔ تم سب، سب سے بڑے ظالم ہو۔۔۔ بتاؤ کون ہو۔ اس سے پیشتر کہ میں اپنی بیوی بچوں کو ہلاک کروں، میں تمھارا خاتمہ کر دینا چاہتا ہوں۔"(۷)

اس افسانے میں مجموعی طور پر حسی، سمعی اور بصری قسم کے وہم کو محسوس کیا جا سکتا ہے کیونکہ عطاء اللہ کا کردار مسلسل وہم کی صورت میں مخبوط الحواسیت سے دو چار ہے۔ وہ ایک واہمے سے نکل کر دوسرے واہمے میں مبتلا ہو جاتا ہے لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان واہموں کا بھی ایک تسلسلِ واقعاتی ہے یعنی ایک ہی جیسے واقعے سے

متعلق یعنی بچوں اور بیوی کو قتل کرنے کے واہمے ہی تسلسل کے ساتھ چلتے ہیں جو کہ یقینی طور پر حواس باختہ ہونے کا نتیجہ ہیں۔ ندائے غیبی کا تعلق کسی کردار سے نہیں ہے بلکہ یہ بھی ایک قسم کا ذہنی ہیجان ہے۔

اردو افسانہ نگاروں کی صف میں زور دار زبان اور گہرے نفسیاتی مطالعے کے حوالے سے کرشن چندر کا نام نہایت بلند ہے۔ ان کے افسانوں میں جدید طرزِ حیات کے پروردہ مغربی ذہن کے لوگ بھی ہیں اور رہبانیت اختیار کرنے والے سادھو، سوامی، برہمن، جوگی اور مخبوط الحواس کردار ملتے ہیں۔ کرشن چندر کے مخبوط الحواس کرداروں کے حامل افسانوں میں ''کچرا بابا'' بہت اہم افسانہ ہے۔ اس افسانے کا مرکزی کردار کچرا بابا ہے جو کچرا بابا بننے سے قبل ایک صحت مند زندگی گزارتا ہے اور دفتر میں ملازم ہے۔ لیکن اچانک اس کی زندگی میں ایک بھیانک تبدیلی آتی ہے۔ افسانہ نگار نے یہاں ایک دفتری ملازمت کرنے والے کردار میں غیر معمولی طور پر تبدیلیاں دکھائی ہیں۔ انسان کی نفسیات اور اس کی مخبوط الحواسیت اس کی بھوک کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں۔ یہ کردار نفسیاتی الجھنوں اور کشمکش کا ایک مجموعہ ہے۔ کچرا بابا کا کردار ہندوستانی عورت کی پتی برتا کے کھوکھلے معیار کے منہ پر ایک زور دار طمانچہ بھی ہے۔ کچرا بابا کی مخبوط الحواسیت میں مبتلا ہو کر اپنے ارد گرد اور ماحول سے بے نیاز ہو کر غلاظت بھری زندگی گزارنے سے لے کر دوبارہ سے روزمرہ کی صحت مند زندگی گزارنے کی طرف آنے تک کی نفسیات بیان کی گئی ہیں۔

انتظار حسین کے افسانے نئے اسطوریائی حوالے سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں بھی مخبوط الحواس کرداروں کی۔ ایک رنگ تو ان کے افسانوی کرداروں کا وہ ہے جو علامتی سطح کی مخبوط الحواسیت کا روپ دھارے ہوئے ہیں۔ انتظار حسین کے افسانوی مجموعے ''کنکری'' اور ''شہر افسوس'' اس سلسلے میں انتہائی اہم ہیں۔ ''کنکری'' افسانے کا کردار ایک شکاری ہے جو ایک نفسیاتی عارضے Schizophrenia یعنی انشقاقِ ذہنی کا شکار ہے اور بیٹھے بیٹھے یا کھڑے ہوئے اچانک ماضی کے خیالات میں کھو جاتا ہے یا مستقبل کے بارے میں سوچنے لگتا ہے اور اس کے سامنے ماضی اور مستقبل کے حالات وقوع پذیر ہونا شروع ہو جاتے ہیں جن میں وہ ایک کردار کی صورت میں خود بھی سرگرمِ عمل ہو جاتا ہے۔ افسانہ نگار نے کردار کی جو ظاہری نفسیات پیش کی ہیں مختلف قسم کی Hallucinations یعنی نفسیاتی واہموں کی شکل میں ظاہر ہوتی ہیں۔ ایسی کئی ایک کیفیات واہموں کی صورت میں اس افسانے کے مرکزی کردار شکاری کے ذہن میں جنم لیتی ہیں اور پھر خود بخود ان کیفیات سے نکل خارج کی حقیقی دنیا میں وہ وارد ہوتا ہے پھر وہی کیفیات اس پر طاری ہو جاتی ہیں۔ یہ پر اسرار ذہنی واقعات اس کی منتشر نفسیات کا

مظہر ہیں۔ انتظار حسین کے اس قبیل افسانوں میں کردار کے باطنی مطالعے کو پیش کیا جاتا ہے اور وہ بڑی فنکارانہ چابکدستی کے ساتھ ایسے کرداروں کی مخبوط الحواسیت کو اپنے افسانوں میں ڈھالتے ہیں۔

انتظار حسین کا افسانہ "شہر افسوس" جو تین مردہ انسانوں کی فلیش بیک کہانی پر مشتمل ہے، ایک جدید تکنیک کے ساتھ کرداروں کی علامتی گفتگو کا افسانہ ہے جو ان کے نفسیاتی الجھاؤ کا مظہر ہے۔ افسانہ اگرچہ تقسیم ہند کے بعد ہونے والے غدر کے تناظر میں ہے لیکن اس کے کرداروں کی نفسیات Commanded Hallucinations کی نمائندگی کرتی ہیں جو ایک ایسی نفسیاتی کیفیت ہے جس میں غصے میں آ کر انسان دوسروں کو نقصان پہنچاتا ہے اور بعد میں اعترافِ جرم کرتا ہے۔ یہ کیفیت یکساں نہیں رہتی بلکہ تبدیل ہوتی رہتی ہے۔

زندگی کے لایعنی ہونے کا فلسفہ بہت پرانا نہیں لیکن ادب میں اس فلسفے کے اثرات افسانوی کرداروں کی نفسیات کے مطالعے سے معلوم کیے جاسکتے ہیں۔ تینوں مردوں کے باہمی مکالمے ان کی نفسیات کا گہرا شعور لیے ہوئے ہیں۔ دوسرے کردار کی گفتگو میں انکار کی جو کیفیت ہے اس سے زندگی کے بارے میں اس کی Nhilistic Approach یعنی منفیت کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔ دوسرے کردار کی مجنونانہ رنگ کی گفتگو اس کی باطنی کشمکش کی آئینہ دار ہے۔

نئے اردو افسانہ نگاروں میں حیات اللہ انصاری ایک معتبر حوالہ ہے۔ حیات اللہ انصاری اپنے افسانوی کرداروں میں نفسیاتی الجھنیں اور معاشرے کی مجموعی نفسیات کو منفرد انداز میں پیش کرتے ہیں۔ حیات اللہ انصاری نے "راجکمار بنسی" میں مخبوط الحواس کردار پیش کیے ہیں۔ راجکمار کی پیدائش پر سارے ملک میں جشن کا سماں بندھ گیا تھا۔ لیکن پیش گوئی کرنے والوں نے عین جوانی میں راج کمار بنسی کو جس قسم کے جنون اور پاگل پن کا روگ لگ جانے کا اندیشہ ظاہر کیا، اُس اندیشے نے ساری خوشی زائل کر دی۔ افسانہ نگار نے بہت چالاکی کے ساتھ اس افسانے کے ہیرو راجکمار بنسی کے کردار کو تراش کر اسے گوتم بدھ کے مشابہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ مہاتما گوتم بدھ کا بچپن اور لڑکپن شاہی محلات میں عیش و عشرت سے گزرا۔ جوانی کے ایام میں شادی کے بعد وہ سادھو بنا اور تپسیا کرتا ہوا دیوانگی کا لبادہ اوڑھ لیا۔ یہاں تک گیان میں باقی ساری زندگی گزار دی۔ اس طرح کے افسانوی کردار بہت کم دیکھنے کو ملتے ہیں لیکن اس افسانے کے سربرآوردہ کردار راجکمار بنسی اور گوتم بدھ میں بہت سی مشابہتیں پائی جاتی ہیں۔

اردو افسانہ نگاری میں غلام عباس ایک معتبر نام ہے۔ غلام عباس کا افسانہ "سرخ گلاب" ایک کرداری افسانہ ہے جس میں افسانہ نگار نے "کاکی" کے مرکزی کردار کی مخبوط الحواس نفسیات کے ذریعے سے ایک درگاہ کے

متولی کی بد طینت اور بد نیتی کو ظاہر کیا ہے، جو اسے بہلا پُھسلا کر ہوس کا نشانہ بناتا ہے۔ کاکی مختصر اختلالِ ذہنی میں مبتلا ہے جس میں ظاہری حواس کے بجائے انسان باطنی حواس سے کام لیتا ہے اور عجیب و غریب طریقے سے محرکات کا ردِ عمل ظاہر کرتا ہے۔ "کاکی" گاؤں والوں کے سبھی کام مفت کرتی ہے اور کسی قسم کا کوئی صلہ یا اجرت طلب نہیں کرتی۔ اس کی ظاہری حالت بھی مجنونانہ ہے۔ دوسرے معنوں میں یہ وہ کردار ہے جو ہمارے معاشرے میں چلتے پھرتے ہوئے روز ہمیں نظر آتا ہے لیکن ہم اس سے صرفِ نظر کر کے گزر جاتے ہیں۔ اگر یوں کہا جائے کہ افسانے میں "کاکی" کا کردار ہمارے ہی معاشرے کے بھولے بھالے اور گلی میں پھرتے پاگلوں کا کردار ہے جن کو لوگ بہلا کر طرح طرح کے کام لیتے ہیں تو بے جانہ ہو گا۔ افسانہ نگار کردار کی مخبوط الحواسی کے حوالے سے لکھتا ہے:

> "کاکی کی عمر چار برس ہی کی تھی کہ اس میں مجذوبیت کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ اگر ماں باپ زندہ ہوتے تا شاید اس کے علاج کی کچھ فکر کرتے یا کم سے کم اسے شعور کی کچھ باتیں ہی سکھاتے۔ گاؤں والوں کو تو اس کی پرواتھی نہ ضرورت۔ ان کی ہمدردی تو بس یہیں تک تھی کہ کبھی کبھی اس کے ہاتھ میں گڑ کی بھیلی یا گاجر پکڑا دی۔ وہ جوں جوں بڑی ہوتی گئی اس کے اور اس کے اعضاء تو نشو ونما پاتے رہے مگر دماغ کمزور ہی رہا۔ جوانی کو پہنچ کر وہ مجذوب کی مجذوب ہی رہی۔ مگر اس کا یہ مرض گاؤں والوں کے لیے بڑے فائدے کا موجب تھا۔ کیونکہ وہ دن بھر اس سے طرح طرح کے کام لیتے رہتے۔ جنھیں وہ ناسمجھی میں بے تکان کرتی رہتی۔"(۸)

خود سے محبت کے بجائے دوسروں سے محبت کا جذبہ انسانیت کی اصل پہچان ہے۔ کاکی اگرچہ عقلی و شعوری سطح پر کمزور ہے لیکن اس کے باوجود وہ لوگوں کے کام آتی ہے۔ کردار کی مخبوط الحواس کیفیت کے گہرے مطالعے سے جو بات سمجھ میں آتی ہے، اسے نفسیات کی زبان میں Schizotypal یا Brief psychotic disorder کہا جاتا ہے۔ یعنی ذہن کا ایسا خلل جس میں مبتلا مریض اپنا آپ، لباس اور خوراک وغیرہ سے بے نیاز ہو کر زندگی بسر کرتا ہے اور اگر اسے کوئی مار پیٹ بھی لے تو اس کا ردِ عمل بھی ظاہر نہیں کرتا۔ ایک عرس کی رات کو کاکی کو پُھسلا کر اپنی ہوس کا نشانہ بنا ڈالتا ہے اور اس کے پیٹ میں حمل ٹھہر جاتا ہے جس کا کاکی کو علم نہیں ہوتا یہاں تک گاؤں کی ذیل دار کی عورت اسے بتاتی ہے۔ وہ معاشرے میں تمام لوگوں کی لعن طعن کے باوجود اپنے حال میں مست مجذوبیت کی زندگی بسر کرتی ہے۔

غلام عباس کا ایک اور افسانے "بردہ فروش" میں ریشماں کے ایک شوہر کا کردار مخبوط الحواس کردار کے زمرے میں آتا ہے۔ ریشماں اس افسانے کا مرکزی کردار ہے جو مائی جمی کے ذریعے سے کئی ایک شادیاں کرتی ہے۔ غلام عباس کے اس افسانے میں مخبوط الحواس شوہر کا ذکر اگرچہ ضمنی طور آیا ہے لیکن اس ضمنی ذکر میں بھی کردار کی نفسیات کشی کی گئی ہے اور یہ دکھایا گیا ہے کہ ایک حواس باختہ شوہر کے ساتھ کیونکر ایک چالاک عورت رفیقہ حیات بن کر رہ سکتی ہے۔

"انتر ہوت اداسی" بانو قدسیہ کے افسانوی مجموعے "توجہ کی طالب" میں شامل ہے جس میں ایک دیوانے شوہر گُڈو کا کردار مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کردار کی نفسیاتی انشقاقِ ذہنی کی کیفیت شادی کی راہ میں جہاں رکاوٹ ہے وہاں اس کے اکلوتے دولت مند ہونے کی وجہ سے اولاد نہ ہونے کی وجہ سے خاندان والوں کے لیے ایک مسلسل تفکر و پریشانی کا باعث بھی ہے۔ غریب بیوی کو اپنے شوہر کے پاگل ہونے کا علم شادی کی رات کو ہی ہوتا ہے اور اس سے قبل اسے اپنے شوہر کی اصلیت معلوم نہیں ہونے دی جاتی۔ بات اس وقت کھل کر سامنے آتی ہے جب دولہن کی ساس اور نندیں لمبی چوڑی سرگوشیوں کے بعد فاتر العقل دولہے کو کمرے میں لاتی ہیں اور وہ کمرے میں نئی نویلی دلہن کو دیکھتے ہی چلا اٹھتا ہے۔

بانو قدسیہ نے بڑی ہوشیاری سے ایک مخبوط الحواس اور پاگل کردار کی ازدواجی زندگی کا محشر نامہ پیش کیا ہے جس میں ایک غریب اور عاقل بیوی کو خفت سے زندگی بسر کرنا پڑتی ہے۔ ایک طرف مجبوری ہے اور دوسری طرف خاندان کی عصمت پاؤں کی زنجیر بن کر پاگل کی بیوی کو اپنے شوہر کے نکاح میں باندھے رکھتی ہے۔ لیکن المیہ اس کہانی میں مرکزی طور پر یہ ہے کہ ایک پاگل اور مخبوط الحواس کردار کے ساتھ رہتے رہتے اس کی رفیقۂ حیات میں بھی مخبوط الحواسی کی علامات آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ کہانی کا پلاٹ اسی ازدواجی زندگی اور گڈو کی دیوانگی کے المیے کے گرد گھومتا ہے۔ بانو قدسیہ کا ایک اور افسانہ "تنکے کا سہارا" ہے جس میں ایک ضمنی کردار بڑھیا کا شامل ہے جو کہ مجذوب کردار ہے اور افسانے میں ہونے والے واقعات و حالات کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا ہے۔ اس افسانے میں بانو قدسیہ نے ماضی کی طرف مراجعت کے لیے جس کردار کو منتخب کیا ہے وہ بڑھیا کا مخبوط الحواس کردار ہے جو افسانے کے مرکزی کردار کو ماضی میں لے جاتی ہے۔ جیسا کہ اس افسانے کی ایک لائن سے واضح ہے جس میں متکلم کہتا ہے:

> "مجھے سارے پارک میں اس پاگل عورت کی ہنسی سنائی دیتی ہے، میری انگلی پکڑ کر وہ مجھے ٹائم ٹنل میں لے جاتی ہے۔"(۹)

مخبوط الحواس کرداروں کے مطالعے کے ضمن میں دیگر اردو افسانوں میں آغا اشرف کا ایک افسانہ ”بے ستون کے عنوان سے قابلِ ذکر ہے جس میں مخبوط الحواس کرداروں کو دیکھا جا سکتا ہے۔ افسانہ ”بے ستون“ میں آغا اشرف نے ایک پاگل خانے کا منظر پیش کرتے ہوئے اپنے عہد کی سیاسی، سائنسی، معاشرتی اور نفسیاتی کی عکاسی کی ہے۔

وہ ان گنے چنے اردو افسانہ نگاروں میں سے ایک ہیں جنھیں جدید علم النفسیات میں ایب نارمیلٹی اور نارمیلیٹی کا علم ہے اور وہ اپنے دور کی معاشرتی نفسیات اور مسائل کو بھی سمجھتے ہیں۔ جدید علومِ نفسیات سے گہری واقفیت کی بنا پر ان کے ہاں نفسیاتی مسائل کے نمائندہ کرداروں کی بہتات ملتی ہے۔ وہ مخبوط الحواس اور حالتِ جنون میں مبتلا کرداروں کو اپنے افسانوں پیش کرتے ہیں۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ وہ نفسیات کی جدید انگریزی اصطلاحات کو اپنے افسانوں میں برتتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ افسانہ ”بے ستون“ میں ایک مخبوط الحواس کردار کی تصویر کشی کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں۔

> ”شیز و فرینیا کا ایک مریض دو زانو بیٹھا ایک ہاتھ کی ہتھیلی پر بار بار تھوکتے ہوئے دوسرے ہاتھ کی بڑی انگلی کو یوں چٹک پٹک چلا رہا تھا جیسے استرا تیز کر رہا ہو۔ شیز و فرینیا کا ایک اور مریض سر پر کرسی الٹی ٹکائے اس میں مٹی کے ڈھیلے رکھے ہانک لگا رہا تھا۔“(۱۰)

آغا اشرف کا یہ افسانہ نہایت طویل ہے جس میں ایک پاگل خانے میں مختلف قسم کے مجنون، دیوانوں اور مخبوط الحواس کرداروں کو دکھایا گیا ہے اور ان کے مکالموں کو پیش کیا گیا ہے۔ آغا اشرف انسانی نفسیات کو سمجھتے ہیں اور اس قبیل کے موضوعات پر لکھنے کا ہنر جانتے ہیں۔ اسی لیے اگر یہ کہا جائے کہ اردو افسانہ نگاری کی روایت میں وہ انسانی نفسیات کے منفرد ترجمان ہیں تو بے جانہ ہو گا۔ انسانی نفسیات کی پیچیدگیاں ان کے افسانوں کا خاص موضوع ہیں۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں گذشتہ صدی میں پائی جانے والی نفسیاتی فرسٹریشن کو بھی کہانی کا موضوع بنایا ہے کیونہ افسانہ نگار نے اس افسانے میں پاگل خانے کے فریم میں ڈاکٹر، مصور، اداکار، ہدایت کار، کہانی نویس، دانتے، شیخ چلی، آئن سٹائن، وغیرہ سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے اس کا عہد اپنے اندر ہر قسم کی استعداد رکھنے والے مخبوط الحواس کردار رکھتا ہے۔ آغا اشرف اس حوالے سے اپنے مشاہدات، تجربات، جذبات اور احساسات کو اپنی کہانیوں کا روپ دینے میں مہارت رکھتے ہیں۔ زبان و بیان کی سادگی اور مخبوط الحواس کرداروں کی زبان اسی رنگ مجنونانہ رنگ

میں رنگنے کا ہنر بھی ان سے سیکھا جا سکتا ہے۔ مجموعی طور پر افسانے کے مخبوط الحواس کرداروں کی بہتات سے آغا اشرف نے انسانی نفسیات کے گہرے شعور رکھنے کا ثبوت دیتے ہوئے آنکھوں سے اوجھل دنیا کو نظروں کے سامنے لا کھڑا کیا ہے۔

دیگر اردو افسانہ نگاروں میں سے ممتاز مفتی مخبوط الحواس افسانوی کردار نگاری کے حوالے سے نہایت معتبر حوالہ ہیں۔ ممتاز مفتی ایک بھرپور افسانہ نگار ہیں۔ وہ موضوعات کے انبار میں سے صرف ان موضوعات کا انتخاب کرتے ہیں جو اِردگرد کی دنیا کے نفسیاتی مسائل کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ''پردۂ سیمیں'' ممتاز مفتی کا وہ افسانہ ہے جس میں صمد کے مرکزی کردار کے ظاہری حلیے سے اس کے مخبوط الحواس ہونے کے خدوخال نمایاں ہوتے ہیں۔ یہ افسانہ ممتاز مفتی کے افسانوی مجموعے ''گڑیا گھر'' میں شامل ہے جو ۱۹۶۵ء میں شائع ہوا۔ صمد کے کردار کے نفسیاتی مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بلاہتی یا Catatonic hallucinations کی علامات موجود ہیں لیکن عوامی سطح پر اس ذہنی کیفیت کو پاگل پن اور جنون کے زمرے میں لیا جاتا ہے۔ صمد کی مخبوط الحواسی کا نقشہ افسانہ نگار نے یوں کھینچا ہے:

> ''وہ اب بھی وہیں بیٹھا ہے۔ نیشا پور ملز کے بی بلاک کے سامنے باغیچے میں۔ اس کے کپڑے پھٹ چکے ہیں۔ بال بٹی ہوئی رسی کی گھٹی کی طرح ہو چکے ہیں۔ آنکھیں پھول کر بے نور ہو چکی ہیں، لیکن وہ دیوار کی طرف یوں دیکھتا ہے جیسے وہ پردہ سیمیں ہو اور پھر آپ ہی آپ بڑبڑاتا ہے۔ ''وہ ہیرو۔ آ گیا وہ ناچ رہی ہے۔ ناچ رہی ہے۔ ناچ رہی ہے۔ داؤ لگا۔ لے۔ داؤ۔ ہی، ہی ہی۔'' اپنے آپ سے باتیں کرتا رہتا ہے اور پھر آپ ہی ہنس دیتا ہے یا رو پڑتا ہے۔''(۱۱)

صمد کے اس اختلال کو محلے کے لوگ اگرچہ معمول کی بات سمجھتے ہیں اور اس کی وجوہ سے کوئی واقف نہیں لیکن افسانہ نگار نے باغیچے کے قریب سامنے والے کوارٹر میں رہنے والی ایک لڑکی کا کردار پیش کیا ہے جو صمد کی مخبوط الحواسیت اور فرزانگی کی اصل وجوہات کا علم رکھتی ہے۔ اسے صمد اور اس کے والد کے مابین ہونے والی ازلی مغائرت کا علم بھی ہے جو رفتہ رفتہ بڑھتی ہے اور صمد کی دیوانگی پر منتج ہوتی ہے۔ افسانہ نگار نے ایک اہم نفسیاتی مسئلے کو صمد کے کردار کے ذریعے سے پیش کیا ہے اور دکھایا ہے کہ اگر والد اور بیٹے میں نفسیاتی بُعد لڑکپن میں ختم نہ ہو تو فرد کے لاشعور میں یہ الجھاؤ محفوظ ہو جاتا ہے اور شخصیت مسخ ہو کر رہ جاتی ہے۔ صمد کے لاشعور میں محفوظ اس نفسیاتی الجھن

کو اس وقت ایک عارضے کی صورت اختیار کرنے کا موقع ملتا ہے جب وہ اپنی بیوی کو اپنے شوہر کے مانند جنسِ غیر سے حظ اٹھانے کے کھیل میں مصروف پاتا ہے اور صدمے کی وجہ سے ذہنی توازن کھو بیٹھتا ہے۔ اس کے بعد پردہ ئ سیمیں کے مستقل واہمے کا شکار ہو جاتا ہے۔ ممتاز مفتی کے اس افسانے میں صمد کی دیوانگی کا تعلق خارجی محرکات کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ گھریلو ناہمواریوں، ناہموار نشو و نما، اخلاقی قدروں کی پائمالی اور باپ بیٹے کی نفسیاتی عدم مطابقت سے ہے۔ ممتاز مفتی نے بڑی کامیابی کے ساتھ اس نفسیاتی مسئلے کی طرف توجہ دلائی ہے۔

غرض یہ کہ اردو افسانے کی روایت کو کرداروں کے نفسیاتی مطالعے کے تناظر میں دیکھا جائے تو اس میں ہر قسم کی نفسیات کے حامل کردار مل جاتے ہیں جن میں سے ایک قسم مخبوط الحواس کرداروں کی ہے۔ یہ کردار ہمارے سماج میں موجود ایک خاص طبقے کی حقیقت پسندانہ نمائندگی کرتے ہیں۔ اردو افسانہ نگاروں نے بڑی مہارت کے ساتھ ایسے مخبوط الحواس کرداروں کو تراشا ہے جو ہمارے معاشرے میں پائے جانے والے دیوانوں، پاگلوں اور حواس باختہ لوگوں کی حواس کھونے کی وجوہات کی نمائندگی کرتے ہوئے اصل مسئلے کی تہہ تک قاری کو پہنچاتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ بانو قدسیہ:، "راجہ گدھ"، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۱ء، ص ۵۶۲

۲۔ آصف فرخی، ڈاکٹر:، "منٹو کے نمائندہ افسانے"، مرتب پرویز اختر، المسلم پبلشرز، کراچی، ۱۹۹۲ء، ص ۶

۳۔ منٹو، سعادت حسن:، "ننگی آوازیں مشمولہ سعادت حسن منٹو کے انمول افسانے"، لاہور: عبداللہ اکیڈمی، ۲۰۱۳ء، ص ۶۵

۴۔ منٹو، سعادت حسن:، "ٹوبہ ٹیک سنگھ مشمولہ سعادت حسن منٹو کے انمول افسانے"، لاہور: عبداللہ اکیڈمی، ۲۰۱۳ء، ص ۱۷

۵۔ ایضاً، ص ۱۸

۶۔ ایضاً، ص ۱۹

۷۔ منٹو،سعادت حسن:،"فرشتہ مشمولہ سعادت حسن منٹو کے انمول افسانے"،لاہور:عبداللہ اکیڈمی، ۲۰۱۳ء،ص۳۷

۸۔ غلام عباس:،"سرخ گلاب مشمولہ کلیات غلام عباس"،لاہور:رہروانِ ادب،۲۰۱۶،ص۷۴۴

۹۔ بانو قدسیہ:،"توجہ کی طالب"،لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،۱۹۹۹ء،ص۱۶۵

۱۰۔ اشرف، آغا:،"بے ستوں"،لاہور:ہمایوں بُک ڈپو،۱۹۶۵ء،ص۳۹

۱۱۔ ممتاز مفتی:،"مفتیانے"،لاہور:فیروز سنز،۱۹۸۹ء،ص۱۱۱